حکمتِ سیّد مودودیؒ

خود ساختہ رسمیں اور تہوار

(۱۲۱۷)

شریعتِ محمدی میں فرائض کا ایک نہایت ہلکا اور سادہ ضابطہ تجویز کرکے باقی تمام رسموں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، عید اور بقر عید کے سوا کوئی تہوار نہ رکھا گیا۔ حج کے سوا کوئی جاترا نہ رکھی گئی۔ زکوٰۃ کے سوا کسی نذر نیاز یا دان پُن کو فرض نہ کیا گیا۔ اور ہمیشہ کے لیے یہ اصول طے کر دیا گیا کہ انسان کو جس طرح خدائی فرض میں کوئی چیز کم کرنے کا حق نہیں ہے، اسی طرح کوئی چیز بڑھانے کا حق بھی نہیں ہے۔

ابتدائی زمانہ میں جو لوگ شریعتِ محمدی کی روح کو سمجھتے تھے وہ سختی کے ساتھ اس اصول کے پابند رہے۔ انہوں نے نئی رسمیں ایجاد کرنے سے انتہائی پرہیز کیا۔ اور جو چیز لازمی رسم بنتی نظر آئی اس کی فوراً جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ انہیں معلوم تھا کہ ایک چیز جس کو نیکی اور ثواب کا کام سمجھ کر ابتدا میں بڑی نیک نیتی کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے وہ رفتہ رفتہ کس طرح سنّت پھر واجب، پھر فرض اور آخر کار فرضوں سے بھی زیادہ اہم بنتی چلی جاتی ہے۔ اور جہالت کی بنا پر لوگ اس نیکی کے ساتھ کس طرح بہت سی بُرائیاں ملا جُلا کر ایک قبیح رسم بنا ڈالتے ہیں۔ اور اس قسم کی رسمیں جمع ہو کر کس طرح انسانی زندگی کے لیے ایک وبال اور انسانی ترقی کی راہ میں ایک بھاری روگ بن جاتی ہیں۔ اس لیے ابتدائی دور کے علما اور امام اس بات کی سخت احتیاط ملحوظ رکھتے تھے کہ شریعت میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہ ہونے پائے۔ ان کا یہ مستقل عقیدہ تھا کہ جو چیز شریعت میں نہیں ہے، اُسے شرعی حیثیت دینا، یا جس چیز کی شریعت میں جو حیثیت ہے اس سے زیادہ اہمیت اس کو دینا بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ بعد کی صدیوں میں اس طرف سے انتہائی غفلت برتی گئی اور بتدریج مسلمان بھی اپنی خودساختہ رسموں کے جال میں اسی طرح پھنستے چلے گئے جس طرح دُنیا کی دوسری قومیں پھنسی ہوئی تھیں۔ اِس خرابی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مابعد کے زمانے میں جو قومیں اسلام کے دائرے میں داخل ہوئیں، اُن کو صحیح اسلامی تعلیم و تربیت نہ مل سکی۔ وہ اپنے ساتھ پُرانی جاہلیت کے بہت سے خیالات اور بہت سے طور طریقے لیے ہوئے اسلام میں آگئیں۔ ان کو صدہا برس سے رسمیات اور تہواروں اور میلوں ٹھیلوں اور جاتراؤں کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بغیر ان کے لیے مذہبی زندگی میں گویا کوئی لطف ہی نہ تھا۔ اسلام کی سادہ شریعت کے دائرے میں آکر بجائے اس کے کہ وہ پُرانی رسموں کا بوجھ اُترنے اور پُرانی زنجیروں کے بند کٹنے سے اطمینان محسوس کرتیں، انھیں یہاں آتے ہی یہ فکر لاحق ہوگئی کہ کسی طرح وہی بوجھ پھر اپنے اُوپر لادیں جنھیں اسلام نے اُتارا تھا اور وہی بیڑیاں پھر پہن لیں جنھیں اسلام نے کاٹا تھا۔ چنانچہ انھوں نے کچھ تو پُرانی جاہلیت کی رسمیں ذرا سی ظاہری صورت بدل کر باقی رکھیں، اور کچھ نئی رسمیں خود ایجاد کیں، یہاں تک کہ اسلام کو بھی ویسا ہی رسموں اور تہواروں کا مذہب بنا کر رکھ دیا جیسے ان کے پُرانے مذہب تھے۔ ان نئی رسموں کی ایجاد میں ماشاء اللہ خاصی باریک بینی سے کام لیا گیا۔ قرآن اور حدیث کو اس غرض کے لیے تو نہ چھانا گیا کہ اسلام نے انسانی زندگی کے لیے جو نظامِ نامہ مرتب کیا ہے اس کے اُصول مرتب کیے جاتے، بلکہ ساری چھان بین اس لیے کی گئی کہ کہاں ایک نئی رسم ایجاد کرنے کے لیے یا پُرانی جاہلانہ رسموں کو جاری رکھنے کے لیے کوئی بہانہ مل سکتا ہے۔ پھر اگر کسی جگہ ایک بال کی نوک کے برابر بھی کوئی اشارہ مل گیا تو اس پر ایک پہاڑ برابر عمارت تعمیر کر ڈالی گئی۔ لوگ اپنی جگہ خوش ہیں کہ اسلام میں تہواروں اور رسموں کی جو کمی تھی اس کو انھوں نے پورا کر دیا ہے۔ حالانکہ دراصل انھوں نے اپنی جہالت سے وہ ساری بیڑیاں پہن لی ہیں جو اللہ نے اپنے نبی کے ہاتھوں سے کٹوا دی تھیں، اور اپنے آپ کو پھر اُس جال میں پھانس لیا ہے جس میں پھنس کر دُنیا کی کوئی قوم کبھی نہ اُبھر سکی۔